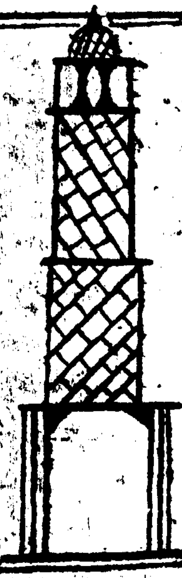
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۰۳

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم

بیشک خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جبتک کہ وہ قوم اپنی حالت نہ بدلے



الحکم

ایڈیٹر

شیخ یعقوب علی تراب احمدی

شرح قیمت جو ہر حال میں پیشگی لی جائیگی

عوام سے عہ/
خواص سے ۔۔۔۔۔ عہ/ ۵
ہندوستان سے باہر ۔۔۔۔ للعہ/

غیر مذاہب
اور غیر مستطیع } ۔ ا ا ر
احباب سے

چہ گویم با تو گر آئی چہ در قادیاں بینی

دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

جلد ۱۶ | قادیان دار الامان - ۱۴ مئی سنہ ۱۹۱۲ء | نمبر ۱۸ و ۱۹

قرآن کریم کی تلاوت انسان کی سعادت ہے

یہ بالکل سچ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت مومن کی سعادت ہے - اور ہر مسلمان ضروری سمجھتا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرے - مگر اس میں بھی کلام نہیں کہ

تلاوت کی اصلی غرض عمل ہے۔

اور اعتقادی قوتوں کا نشو و نما اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک انسان قرآن مجید کے مطالب اور مفہوم سے آگاہی حاصل نہ کرے - اور یہ آگاہی

قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر سے ہوتی ہے

اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ترجمۃ القرآن کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے - اور اس میں بامحاورہ ترجمہ کے علاوہ حاشیہ میں تفسیری نوٹ دئے گئے ہیں - اور اس ترجمہ اور نوٹس کی

خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید کی حقانیت اور عظمت اور اعجازی قوت کو ظاہر کیا جاوے

یہ ترجمہ اور تفسیری نوٹ زمانہ کی موجودہ ضرورت اور مخالفین اسلام کے موجودہ اعتراضات کو مدنظر رکھ کر لکھے گئے ہیں

عاشق قرآن کریم حضرت مولانا مولوی حافظ نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی

کے درس سے لئے ہوئے نوٹوں اور آپکی تحریروں اور ملفوظات اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں اور ملفوظات اور دیگر بزرگان کے ملفوظات سے جمع کئے گئے ہیں - ان کو کیا آپنے ابتک نہیں پڑھا - اگر نہیں تو ضرور پڑھیں - اس میں نور ہدایت اور شفا ہے

ہدیہ فی پارہ ایک روپیہ

نوٹ آٹھ پارے طیار ہیں - آٹھوں یکجا لینے والے خریدار سے مبلغ آٹھ روپے لئے جاویںگے - محصولڈاک

دفتر الحکم قادیان دار الامان سے طلب کرو۔

مطبع انوار احمدیہ قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب تراب احمدی مالک و ایڈیٹر و پبلشر چھپکر شائع ہوا

دارالعلوم کی جدید عمارت | نہایت شاندار دریائے **گومتی**

کے قریب بنائی گئی ہے جو ابھی نا مکمل حالت میں ہے۔ اس دارالعلوم کے ساتھ **مسجد** جو اسلامی نشان ہے ابھی تک نہیں بنائی گئی۔ بعد میں شاید بنائی جاوے لیکن کیا اچھا ہوتا اگر دارالعلوم کی عمارت کھڑی کرنے سے پہلے ایک مسجد تیار کی جاتی۔ مسجد کے نہونے کی وجہ سے اس جلسہ میں مہمانوں کو نماز کے لئے سخت تکلیف اور دقت اٹھانی پڑی۔ یہانتک کہ اذان کی آواز تک کسی کان میں نہ آئی۔ ہم نے بار بار توجہ دلائی تو ایک خیمہ میں نا مکمل سا انتظام کیا۔ اس کمی کو قریبًا تمام مہمانوں نے بہت بری طرح محسوس کیا۔ اور گورکھپور کے مشہور لیڈر اور مصنف تاریخ اسلام نے نہایت زور کے ساتھ اس فروگذاشت پر اپنے مضمون میں ریمارک کئے ہیں

خیموں کے ذریعہ عارضی دارالشفا۔ انکوائری آفس ڈیوٹی شاپ بنائے گئے تھے اور جلسہ کے لئے دارالعلوم کا ہال تجویز کیا گیا تھا جسکو شامیانے کی عارضی چھتوں سے مسقف کرکے خوب آراستہ کر دیا گیا تھا کھانے کا انتظام پہلے دن سخت قابل افسوس تھا۔ دوسرے دن ہم نے اپنے کھانیکا انتظام شہر میں کر لیا۔ مگر بعد میں ناظمان جلسہ کے **بیحد اصرار** اور الحاح پر وہیں رکھا۔ اسوقت انتظام طعام میں اصلاح بھی ہو گئی۔

داخلہ اجلاس | جلسوں میں شمولیت کے لئے داخلہ کے ٹکٹ تھے جو ممبروں کو پانچ روپے اور وزیٹروں کو دس

روپے ادا کرنے پر ملتے تھے۔ یہ طریق نہایت بیہودہ اور قابل اعتراض ہے اس سے بہتر ہے کہ جلسہ میں چندہ کی عام اپیل ہو جو زیادہ مفید ہو سکتی ہے۔ علماء اور اڈیٹران اخبار کے لئے اعزازی ٹکٹ تھے مگر ہم سب کو ٹکٹ خریدنے پڑے۔ چنانچہ للعہ ندوہ کے ٹکٹ گھر میں داخل کر کے ٹکٹ لئے۔

ڈبل بد انتظامی | شبلی صاحب نے مجھے کہا تھا کہ آپ لوگوں کو ٹکٹ خریدنے نہیں چاہئیں۔ آپ کے پاس جلسہ سے قبل ٹکٹ پہنچ جاوینگے۔ اور مسٹر ممتاز حسین صاحب بیرسٹر نے لکھا تھا کہ اڈیٹران اخبار کے لئے اعزازی ٹکٹ آپکے پاس پہنچینگے مگر نہ شبلی صاحب کو یاد رہا اور نہ مسٹر ممتاز حسین کو۔ جب ہم نے ٹکٹوں کی قیمت داخل کر دی تو ابوالکلام **آزاد** صاحب نے معذرت ظاہر کی اور کہا کہ آپ کو قیمت واپس دیجائیگی۔ اور آپکو لینی ہوگی۔ میں نے کہا یہ ہم نہیں کرینگے اور نہ اسکی ضرورت ہے۔ باوجود ان باتوں کے مسٹر ممتاز حسین صاحب کے دفتر سے میری غیر حاضری میں ایک

وی پی ٹکٹوں کا پہنچا

جو تا دہان کے دفتر الحکم میں وصول کر لیا گیا گویا دوہری **قیمت وصول** کی۔ شبلی صاحب کو اس بد انتظامی کی اطلاع عمدی گئی۔ ان امور کی تفصیل اور وہ ساری خط و کتابت سفرنامہ میں انشاء اللہ ہو گی۔

جلسہ کا آغاز | ۶ را پریل سنہ ۱۹۱۲ء سے جلسہ کا آغاز تھا اور ساڑھے آٹھ بجے

سے ۱۱ بجے تک پہلا اجلاس قرار پایا تھا۔ مگر ناظم ندوہ مولوی عبدالحی صاحب ۹ بجے سے پہلے آپ ہی تشریف نہ لا سکے۔ ابھی جلسہ کی کارروائی شروع نہوئی تھی کہ طلباء دارالعلوم نے **ناراضگی** کا اظہار کر دیا۔ اور یہ ناراضگی ایسا رنگ اختیار کر چکی تھی کہ قریب تھا کہ **سٹرائک** ہو جاتا اس ناراضگی کی وجہ تھی کہ طلباء کی نشست کے متعلق نہایت بیہودہ جھگڑا ناظمان جلسہ نے کر دیا۔ وہ طلباء جنھیں قوم کے سامنے ایک خاص اعزاز سے پیش کرنا چاہئے تھا انکو جلسہ میں ایسی جگہ بیٹھنے کے لئے اجازت دی گئی جہاں سے وہ جلسہ کی کارروائی کو پورے طور پر نہ سن سکیں۔ طلباء کی شکایت معقول تھی آخر خدا خدا کر کے یہ فتنہ فرو ہوا اور جب دیکھا کہ جلسہ میں حاضری بہت کم ہے تو مجبورًا انھیں طلباء کو اجازت دینی پڑی کہ وہ ہال میں آکر بیٹھیں۔ سید رشید رضا صاحب ہال میں داخل ہوئے تو تمام حاضرین کو ان کی تعظیم کے لئے اٹھنا پڑا۔ اور جلسہ کی

کارروائی کا آغاز قرآن مجید کی تلاوت سے ہوا مسلمانوں کے بعض جلسوں میں عمومًا اور ندوۃ العلماء کے جلسہ میں خصوصًا یہ تماشا ہوا کرتا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کے

تلاوت قرآن کریم | لئے بھی چند منٹ نمائش کے لئے رکھے جاتے ہیں

مرثیہ خوانی اور باد خوانی کے لئے تو گھنٹے نکال لئے جاتے ہیں اور قرآن مجید کے لئے صرف چند منٹ۔ اور وہ بھی اس غرض سے کہ کوئی شخص کھڑا ہو کر چند آیات تلاوت کرے۔ قرآن مجید کے متعلق یہ ایک موضوع جس پر انشاء اللہ العزیز مفصل بحث سفرنامہ میں ہو گی مولوی عبدالحی صاحب نے اعلان کیا کہ اب سید عبدالحق صاحب حقی بغدادی قرآن کریم کی تلاوت کرینگے۔ حاضرین جلسہ تعظیمًا کھڑے ہو جائیں۔ مگر خدا جزائے خیر دے

سید بغدادی کو

کہ اس نے نہایت جرأت اور حوصلہ سے کہا کہ **قرآن مجید کی تعظیم محض کھڑے ہونے سے نہیں ہے** کہ اس سے کچھ نہیں بنتا۔ قرآن مجید کی حقیقی تعظیم اسپر(?) **عمل کرنا ہے**۔ چنانچہ اس بات کو سن کر سب طرف سے مرحبا کے نعرے بلند ہوئے۔ اور مولوی عبدالحق صاحب نے قرآن کریم کی چند آیات مختلف مقامات سے نہایت عجیب انداز اور جوش سے تلاوت کیں۔ انتخاب مناسب موقعہ تھا۔

پہلی تقریر | قرآن کریم کی تلاوت کے بعد استقبالی کمیٹی کے صدر انجمن اور رئیس سر راجہ تصدق رسول خان خان بہادر کے

سی۔ ایس۔ آئی۔ تعلقدار جہانگیر آباد کی تقریر تھی۔ مگر وہ تشریف نہ لائے۔ اسطرح جلسہ کا آغاز جیسے بوقت یا بعد از وقت ہوا۔ اسطرح یہ پہلی بد نظمی پروگرام میں ہوئی۔ اس لئے اس کمی کو مسٹر ممتاز حسین صاحب بیرسٹر نے پورا کیا۔ ان کی تقریر نہایت مختصر تھی۔ اور میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ استقبالیہ کمیٹی کی صدارت کی تقریر سے اس کا **کچھ تعلق نہ تھا**۔ چند منٹ کے اندر یہ تقریر ختم ہوئی تو ہال **تالیوں** سے گونج اٹھا

رشید رضا کی گاڑی کو دارالعلوم کے طلباء سے کھچوایا یہ ایک

تماشا تھا جو ندوہ نے لکھنؤ میں دکھایا

شبلی ایک مورخ کی حیثیت سے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے مگر شاید وہ اس قسم کے اعزاز اور تکریم کی مثال اسلامی تاریخ میں پیش نہ کر سکیگا۔ اسپر مفصل بحث انشاء اللہ سفرنامہ میں ہوگی۔

سید رشید رضا کو مسٹر ممتاز حسین صاحب بیرسٹرایٹ لا کے ایوان میں ٹھہرایا گیا۔ جو ایک وسیع اور پر فضا جگہ ہے۔ اسی مقام پر سید عبدالحق صاحب حقی بغدادی کے ذریعہ ایڈیٹر الحکم کو سید رشید رضا سے انٹروڈیوس کی عزت حاصل ہوئی۔ سید عبدالحق صاحب حقی بغدادی کو ایڈیٹر الحکم اس دن سے جاننے کی عزت رکھتا ہے جبکہ وہ حافظ عبدالرحمن صاحب امرتسری سیاح بلاد اسلامیہ کے ساتھ امرتسر آکر ان کے مکان پر فروکش ہوے تھے۔ بعد میں سید عبدالحق صاحب بمبئی میں امام مسجد کی حیثیت سے اپنے قابل قدر خطبوں کیوجہ سے ملانوں میں بدنام ہوئے اور فتاوی کفر تک نوبت پہنچی۔ اس وقت بھی سید صاحب نے خاکسار ایڈیٹر الحکم کو یاد فرمایا تھا اور اب اس تجدید ملاقات سے وہ پرانی یاد تازہ ہوگئی۔

مسٹر ممتاز حسین صاحب سے ملاقات

اس موقعہ پر میں نے ضروری سمجھا کہ مسٹر ممتاز حسین صاحب سکرٹری استقبالیہ کمیٹی سے ملاقات کروں چنانچہ میں نے ان سے ملکر اس خط و کتابت کے متعلق ذکر کیا جو ان سے قبل جلسہ کی تھی۔ مگر افسوس ہے وہ اس کے متعلق کوئی علم نہ رکھتے تھے۔ اور یہ تعجب انگیز بات تھی۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ وہ اس وقت اس قدر معروف ہیں کہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں۔ کیونکہ سید رشید رضا کے قیام کے متعلق ٹھیک وقت پر انھیں بتایا گیا تھا کہ وہ ان کے ایوان میں ٹھہرائے جاوینگے۔ اس لئے انکی معروفیت اور ناواقفیت برمحل تھی۔

جمعہ کی نماز

جمعہ کی نماز کے لئے ایک عجیب تماشا ہوا۔ ندوۃ کے بعض ارکین دریافت کرتے پھرتے تھے کہ جمعہ کے لئے۔ کس مسجد میں نمازی کثرت سے جمع ہوتے ہیں۔ تاکہ سید رشید رضا کو وہاں لے چلیں۔ یہ سوال جسقدر عجیب تھا ویسا ہی افسوسناک تھا۔ گویا ان بزرگوں کو معلوم نہیں کہ **جمعہ کہاں ہونا ہے؟**

اس وقت تک ہمارے دوستوں کو خبر ہوچکی تھی وہ حضرت صاحبزادہ صاحب سے مل کر فیصلہ کرچکے تھے کہ **امین آباد** پارک میں قاضی محمد اکرم صاحب کے مکان پر ہمارا جمعہ ہوگا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے جو قادیان میں بھی امام ہیں اور وہاں ہمارے امیر تھے نماز جمعہ پڑھائی۔ اور **ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر** پر ایک مناسب خطبہ پڑھا نماز جمعہ سے فارغ ہوکر حضرت صاحبزادہ صاحب دارالعلوم کو واپس تشریف لے گئے۔ اور خاکسار معہ سید عبدالحی عرب مولوی فاضل کے شبلی صاحب سے ملاقات کے لئے ان کے کمرہ میں چلاگیا۔ جو پاس ہی تھا۔

شبلی سے ملاقات

شبلی صاحب سے ملاقات کے وقت مولوی حبیب الرحمن صاحب شروانی رئیس بھیکن پور اور مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی بھی موجود تھے۔ میں مسٹر ممتاز حسین صاحب کے پاس ایک یادداشت بعض امور کے متعلق چھوڑ آیا تھا اس کے متعلق شبلی صاحب سے مختصر سی گفتگو ہوئی۔ یہ امور بعض قیام داخلہ اجلاس وغیرہ کے متعلق تھے اس اثناء میں علماء کے داخلہ

داخلہ علماء بذریعہ ٹکٹ

اجلاس ندوۃ کے متعلق مزید گفتگو شروع ہوگئی۔ شبلی صاحب اور بعض دوسرے لوگ چاہتے تھے کہ علماء کو اعزازی ٹکٹ قیام و طعام کے دئے جاویں مگر نوفیشن کے لوگ چاہتے تھے کہ نہیں علماء ٹکٹ دیں اسپر میں نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ جنکو شبلی صاحب نے پسند کیا۔ اور دوسرے لوگوں نے بھی اس کی تائید کی۔

جو لوگ علماء کے ٹکٹ کے لینے کے حق میں تھے انھیں خیال تھا کہ یوں ہی برائے نام مولوی بعض کھانا کھانے کے لئے آجاتے ہیں اسی کے خلاف مجھے بولنا پڑا۔ ایکطرف ندوہ علماء پیدا کرنا چاہتا ہے۔ دوسریطرف ان کو اس قدر گراتا ہے کہ ان کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں قرار دیتا کہ وہ ندوہ کے جلسہ پر چند وقتوں کی روٹی کے لئے جھوٹ بولتے ہیں یہ کیسی **مضحکہ خیز** بات ہے اس مباحثہ نے اس وقت عجب لطف پیدا کردیا۔ اسی ضمن میں میں نے شبلی صاحب سے

ایک فتوی

ذکر کیا کہ کیسے تعجب کی بات ہے کہ یہاں ایک احمدی کا نکاح کسی غیر احمدی کی لڑکی سے ہونیوالا تھا مگر علماء نے اس میں رخنہ ڈالدیا اور عدم جواز نکاح کا فتوی دیا۔ شبلی صاحب نے فرمایا کہ میں نے تو جواز کا فتوی دیدیا ہے اور دارالعلوم کے دوسرے علماء بھی دیدینگے۔ میں نے کہا یہ غلط ہے کہ آپکے دارالعلوم کے دوسرے علماء اس کی تائید کریں۔ بلکہ انھوں نے انکار کردیا ہے۔ مولوی ٹونکی صاحب کی طرف خطاب کرکے میں نے کہا کہ یہ بھی مفتی ہیں۔ آپ ان سے ہی فتوی لیں۔ اس پر ایک لطیف مذاکرہ ہمارے عقائد اور مسئلہ نبوت کے متعلق ہوا۔ کیونکہ مولوی عبداللہ ٹونکی نے یہ اعتراض کردیا تھا۔ جسپر میں نے کہا کہ **مطلق نبوۃ** کا اجراء تو خود شبلی صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں۔

اس مختصر سے مذاکرہ کے بعد پھر ہم واپس اپنی فرودگاہ پر پہنچے۔ وہاں سے حضرت **امیر قافلہ** (صاحبزادہ صاحب سلمہ اللہ) کے ہمراہ دارالعلوم ندوۃ کی جدید عمارت میں جہاں جلسہ گاہ اور قیام گاہ مہمانان قرار پایا تھا پہنچے۔ اور وہاں ہی فروکش ہوئے۔

وہ یسی سکبری سے کام لیتے ہیں۔ لیکن میں اس افواہ کی بزور اور بلاخوف تردید تردید کرتا ہوں ہرگز ہرگز صاحبزادہ صاحب کی تقریر کے لئے ناظمان ندوہ سے کوئی درخواست نہیں کی گئی۔ جسکو اُنھوں نے رد کیا ہو۔ ہاں جمعہ کی تعطیل ریزولیوشن کی ضرورتاً تائید مزید کے لئے صاحبزادہ صاحب سے پرائیوٹ طور پر استصواب ہوا۔ اور صاحبزادہ صاحب نے منظور کرلیا تھا۔ لیکن اس کے لئے نہ وقت تھا اور نہ ضرورت

ندوہ کے جلسہ کی روئدادیں اخبارات میں شائع ہوتی ہیں۔ اور ان اخبارات میں شائع ہوتی ہیں جو سلسلہ کے دشمن ہیں۔ مگر کسی میں یہ واقعہ نہیں چھپا۔ اس لئے میں ندوہ کے ناظموں کے دامن کو اس تنگ خیالی اور کم ظرفی کے داغ سے جو اس افواہ کے پھیلانے سے لگایا گیا ہے پاک قرار دیتا ہوں اور یہ اتہام ہے جو ان پر لگایا گیا ہے۔

تیسرا اجلاس

تیسرا اجلاس مذہب وعظ کا تھا۔ اس حصہ میں ناظمان جلسہ میں سے کوئی موجود نہ تھا گویا یہ سمجھا گیا تھا کہ یہ ایک بیہودہ کام ہے جس کے لئے انھیں اپنا وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے عجیب وغریب وعظ بیان فرمایا اور اسطرح جلسہ کا پہلا دن ختم ہوا۔

ناظرین اس امر کو نوٹ کرلیں کہ میں صرف جستہ جستہ حالات لکھ رہا ہوں۔ تفصیلی حالات کے لئے وہی سفرنامہ ہے جس کی توفیق خدا تعالیٰ نے دی تو لکھا جائیگا۔ وباللہ التوفیق

دوسرا دن

ندوۃ العلماء کے دوسرے دن کے اجلاس میں سب سے اول مولوی سید سلیمان صاحب نے تصحیح اغلاط تاریخی کی رپورٹ پیش کی۔ سید سلیمان صاحب کی کوشش اور محنت قابل قدر تھی جو خدمت ندوہ نے ان کے سپرد کی تھی اُنھوں نے نہایت کوشش و محنت سے پورا کیا۔ اور میرا خیال ہے کہ سید سلیمان صاحب ایک قابل قدر نوجوان ہے۔ اُنھوں نے بعض درسی کتب مثل مارسڈن صاحب کی ہسٹری میں سے وہ انتخاب پیش کئے جو اسلام کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن کریم کے متعلق نہایت غلط فہمی پھیلانے والے تھے اور ایک مسلمان بغیر سخت رنج اور غصہ کے انکو نہیں پڑھ سکتا۔ اسباب میں ندوہ نے جو کوشش کی ہے وہ قابل شکرگذاری ہے۔ یوپی کے صیغہ تعلیم نے ان غلطیوں کی اصلاح کا وعدہ کرلیا ہو۔ سید سلیمان صاحب نے اپنی تقریر میں اس امر کا اظہار بھی کیا کہ محض غلطیوں کی اصلاح ہی ہمارا کام نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ ہم کو ہندوستان کی اسلامی تاریخ خود لکھنی چاہئے۔ اور اس کو داخل نصاب کرانا چاہئے یہ رائے بھی سید صاحب کی وزندار اور قابل عملدرآمد ہے۔

سید سلیمان صاحب کی اس تقریر پر سید رشید رضا صاحب نے بحیثیت پریسیڈنٹ عمدہ ریمارک کئے۔ اور اُنھوں نے بتایا کہ یوروپین لوگوں نے جو اسلام پر اعتراض کئے ہیں ان میں سے بعض نے تو محض سوء الفہم سے کئے ہیں اور بعض نے بدنیتی سے۔ رشید رضا کی تقریر حسب معمول عربی میں تھی اس موقعہ پر بعض لوگوں کو خیال گذرا کہ جس حال میں سید سلیمان صاحب کی تقریر اردو میں تھی اسپر تنقید فی الفور کرنے کا کام جو سید رشید رضا نے کیا ہے کیا اسکی وجہ یہ نہیں کہ وہ دراصل اردو سمجھتے ہیں۔ مگر عمداً کہتے ہیں کہ نہیں جانتا۔ بہرحال ان کی تنقید عمدہ تھی ان کی تقریر کے بعد شبلی صاحب نے ندوہ کی ضرورت پر ایک مبسوط تقریر کی اور ندوہ کی نامکمل عمارت کے لئے چندہ کی درخواست کی حسب معقول چندہ ہوا اس کے بعد شبلی صاحب نے وقف علی الاولاد کی کاروائی پر لوگوں کو آگاہ کیا۔ ابتک جو کام اس سلسلہ میں ہوا ہے وہ حوصلہ افزا ہے۔ اور مرزا آبادی صاحب کی نظم پر اس اجلاس کا خاتمہ ہوگیا۔ جو عجیب انداز سے پڑھی گئی تھی۔ تحلیلہ

اس تاریخ کے دوسرے اجلاس میں مولوی سید سلیمان صاحب نے جدید عربی الفاظ کی ایک ڈکشنری پیش کی اور عربی زبان کے متعلق ان کی تقریر ویسی ہی محققانہ تھی جیسے صبح کے اجلاس میں تصحیح واقعات تاریخی کے متعلق مجھے پھر ایکبار کہنا چاہئے کہ یہ نوجوان اپنے فرض کو شناخت کرتا اور اپنے اندر کام کرنے کی قابلیت رکھتا ہے۔ چونکہ اس کتاب اور تصحیح تاریخ کے متعلق سید سلیمان صاحب کی تقریر پر انشاء اللہ میں کسیقدر بسط سے لکھونگا یہاں اسیقدر ذکر کافی ہے۔

اس کے بعد ایک ریزولیوشن حیدرآباد دکن کے اماموں اور خطیبوں کے متعلق پیش ہوا۔ کہ ان کی مذہبی تعلیم کا انتظام ریاست کیطرف سے کیا جاوے۔ اس ریزولیوشن پر مختلف تقریریں ہوئیں اور درمیان میں بعض موقعوں پر کچھ نوک جھونک بھی علماء اور انگریزی خوانوں کے درمیان ہوئی۔ بعض اوقات معاملہ حد سے بڑھ جاتا تھا۔ بہرحال خیر وخوبی سے آج کے دونوں اجلاس ختم ہوئے رات کو مولانا آزاد کا وعظ رکھا گیا تھا مگر وہ وقت ہمارے مکرم بھائی خواجہ کمال الدین صاحب کو دیا گیا

خواجہ صاحب کا لیکچر

خواجہ صاحب نے جو لیکچر ۵ اپریل سنہ ۱۹۱۲ء کو انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ میں پڑھا تھا وہی ندوہ کے اجلاس میں دوہرایا۔ اور نہایت قابلیت سے دوہرایا۔ خواجہ صاحب کے لیکچر کے متعلق ایک وقت بھی شبلی صاحب اور ان کے بعض دوستوں کو پیش آئی وہ یہ تھی کہ کسی شخص نے مولود کے لئے ایک رقم ندوہ کو دی تھی اور اس غرض کے لئے مولوی عبدالحمید صاحب علماء فرنگی محل میں سے ایک قابل بزرگ کو بلایا گیا تھا۔ پرانے فیشن کے لوگ چاہتے تھے کہ پہلے مولوی صاحب کا وعظ ہووے اور نوجوان چاہتے تھے کہ پہلے خواجہ صاحب کا لیکچر ہوجاوے۔ بالآخر مولوی عبدالحمید صاحب کو اس جلسہ کا صدر قرار دیکر خواجہ صاحب کا لیکچر ہوا اور نہایت قابلیت سے ہوا۔ اس لیکچر کا خلاصہ میرے مکرم

تالیاں بجانا

میرا خیال تھا کہ اس اسلامی جلسہ میں کم از کم اس پر ضرور ملامت کی صدا بلند ہوگی۔ مگر میری حیرت کی حد نہ تھی جبکہ میں نے دیکھا کہ علماء کے منہ پر بھی مہر سکوت لگی ہوئی ہے۔ آخر میں خود اٹھا اور میں نے کہا:-

صاحبان! کس قدر افسوس اور شرم کا مقام ہے کہ ایک اسلامی جلسہ ہو۔ ایک ایسی جماعت کی طرف سے ہو جو علماء کی جماعت کہلاتی ہو جو علماء پیدا کرنے کی مدعی ہو اور جس کی غرض و غایت ایسے نوجوان پیدا کرنا ہو جو اسلامی علوم کے سچے وارث، اور سچے مسلمانوں کا عملی نمونہ ہوں مگر اس کے جلسہ میں اس طریق اظہار مسرت کا استعمال ہو جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ کیا اسلام نے اظہار مسرت کے لئے کوئی طریق نہیں بتایا؟ پھر کیوں اسے چھوڑ کر یورپ کو اپنا امام بناتے ہو۔ تمہاری ترقی کا مدار یورپ کی اتباع پر نہیں بلکہ قرآن کی اتباع اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو امام بنانے پر ہے اس طریق کو کم از کم اس اسلامی جلسہ کی حیثیت سے ہی چھوڑ دو۔ اور مہربانی کر کے تالیوں کی بجائے مرحبا۔ جزاک اللہ کہو۔ یا درود شریف پڑھو

میرے اس کہنے پر پنڈال میں تھوڑی دیر کے لئے سناٹا ہوگیا اور عام رائے اس کے حق میں تھی۔ بلکہ ایک مولوی صاحب نے یہ بھی کہا کہ تالیاں بجانا عورتوں کا کام ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے اجلاس میں یہ سلسلہ بند رہا

اس کے بعد مولوی شبلی صاحب نے صدر انجمن کے انتخاب کے لئے تقریر کی اور سید رشید رضا کو ندوۃ کے اس اجلاس کا صدر تجویز کیا جس کی عام تائید ہوئی۔

صدر انجمن کے انتخاب کے بعد سید رشید رضا نے اپنی تقریر شروع کی یہ عربی زبان میں تھی سید رشید رضا نہایت بے تکلف اور سلاست سے کلام کرتے تھے۔ ان کے بیان میں زور اور جوش اور تسلسل خوب تھا۔ گو ان کی تقریر کو صرف چند آدمی سمجھ سکتے تھے مگر ان کے لب و لہجہ کا اثر حاضرین پر پڑتا تھا۔ آخر میں جب انہوں نے دیکھا کہ ہمارے احباب خصوصیت سے ان کی تقریر کو سمجھ رہے ہیں تو انہوں نے ان کی طرف ہی اپنی تقریر کے اکثر حصہ میں رخ رکھا یہ تقریر ہمارے لئے نئی نہ تھی۔ جو کچھ انہوں نے بیان کیا اس سے بہت زیادہ خدا کے فضل سے ہم قادیان میں سن چکے تھے۔ جیسا کہ ناظرین کو اس تقریر کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔

اس کے بعد وہ تین خطوط اور تاروں کا مضمون سنایا جاتا تھا جو دوسرے اجلاس میں سنایا گیا (جو بعض بزرگان قوم نے عدم شمولیت جلسہ کی وجہ سے اظہار افسوس یا کامیابی جلسہ کی دعا کے لئے دئیے تھے) یہ ایک رسم ہے جو مسلمانوں کے جلسوں میں پوری کی جاتی ہے اور بجائے کوئی کام کی بات کرنے کے ان لغویات میں وقت ضائع کیا جاتا ہے۔ ایک شخص اگر نہیں شامل ہو سکا تو اس کے خط پڑھ دینے سے کیا فائدہ ان تاروں اور خطوط کے بعد **تجویز بافی** کا موقعہ تھا۔ چنانچہ وہ شروع ہوا۔

تجویز بافی اور انجمنیں

یہ بھی ایک رسم ہوگئی ہے کہ ایسے موقعوں پر کچھ ریزولیوشن پہلے سے تجویز کر لئے جاتے ہیں اور ان کے محرک اور مؤید تجویز پا جاتے ہیں اور اس رسم کو پورا کرنے کے لئے اس جلسہ میں وہ ریزولیوشن پیش ہونے شروع ہوتے ہیں چنانچہ ندوۃ اس فن میں دوسری انجمنوں سے کب پیچھے رہ سکتا ہے پہلا ریزولیوشن ینبوع اور جدہ کے محاصرہ کے متعلق شکریہ کا پیش ہو کر پاس ہوا اور اس کے ساتھ پہلا اجلاس ختم ہوا ۲ بجے سے ۵ بجے تک تھا۔

دوسرا اجلاس

اس اجلاس میں [illegible] اور اظہار مبارکباد کی تجویزوں کو نکال کر دو کام کی باتیں تھیں۔ ایک **تعطیل جمعہ** کی درخواست۔ دوسرے ترجمۃ القرآن انگریزی کی اشاعت اور یہ دونوں امور مولوی شبلی صاحب نے پیش کئے۔

الحکم کے ناظرین جانتے ہیں کہ تعطیل جمعہ کی درخواست وہی درخواست ہے جو حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود نے سنہ ۱۸۹۶ء میں پیش کی تھی۔ اور اس پر بعض ناعاقبت اندیش مخالفوں نے سخت مخالفت کی۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے جانشین اور خلیفہ بلا فصل حضرت امیر المومنین مولوی نور الدین صاحب نے اس تجویز کا احیاء کیا۔ اور اب مسلمانوں نے اس کی ضرورت کو محسوس کیا اور اپنے عمل سے بتا دیا کہ مہدی نے جو کہا تھا

یاد آئینگے تمہیں میرے سخن میرے بعد

بالکل درست تھا۔ بہرحال تعطیل جمعہ کا ریزولیوشن پیش ہوا اور پاس ہوا۔

ایک غلطفہمی کا ازالہ

جملہ معترضہ کے طور پر مجھے ایک غلط فہمی کا ازالہ کرنا ہے جو مجھے قادیان آ کر معلوم ہوئی۔ یہاں یہ مشہور ہوا ہے اور نہ صرف یہاں بلکہ بعض دوسرے شہروں میں بھی کہ حضرت صاحبزادہ مرزا **بشیر الدین محمود احمد** صاحب (جو مدارس اسلامیہ کے معائنہ کے لئے ایک وفد کے امیر ہو کر گئے تھے اور ندوہ کے جلسہ میں موجود تھے) کے لئے ندوہ کے اجلاس میں ایک لیکچر کی کوشش کی گئی جس کو ناظمان ندوہ نے مسترد کر دیا۔ اگر اس قسم کی کوئی کوشش ہوتی اور ناظمان ندوہ سے ہمیں اسی قسم کا جواب ملتا تو بجز اس کے کہ ناظمان ندوہ کی تنگ دلی کا اظہار ہوتا اس سے اور کوئی نتیجہ مترتب نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن تعجب تو یہ ہے کہ جبکہ سرے سے اس قسم کی کوئی تحریک ندوہ کے جلسہ میں ہوئی ہی نہیں تو پھر اس قسم کی افواہوں کا پیدا ہونا مزید افسوسناک ہے۔ اس سے خود ندوہ کے ناظموں کی ذات پر بدنما دھبہ آتا ہے کہ وہ ایسے بداخلاق اور کم حوصلہ ہیں کہ ایک طرف تو کل فرقوں کو ملانے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوسری طرف

ہوئے ہیں۔ مدارس کے مقابلہ اور وجوہات ترجیح ایک جداگانہ مضمون ہے جو یہاں نہیں لکھا جا سکتا

حضرت صاحبزادہ صاحب کا لیکچر

۹ر اپریل کو حضرت صاحبزادہ صاحب کا ایک لیکچر قیصر باغ کی بارہ دری واجد علیشاہ مرحوم میں ہوا۔ اس لیکچر کا اشتہار نہایت تنگ وقت میں شائع کیا گیا تھا اور لیکچر **خصوصیات سلسلہ** پر ہونیوالا تھا۔ بہت تھوڑے لوگ اس جلسہ میں شامل ہوئے فرنگی محل کے مدرسہ کے بعض طالبعلموں نے آکر شور بھی ڈالا۔ پھر بھی یہ جلسہ نہایت کامیابی کے ساتھ ہوا۔ حافظ روشن علی صاحب نے بھی ایک تقریر کی۔ اور ایڈیٹر الحکم نے افتتاحی اور آخری تقریر مختصر الفاظ میں کی۔ اس جلسہ سے ہمیں یہ اندازہ کرنے کا موقعہ مل گیا کہ لوگ سلسلہ کی باتیں سننے کو طیار ہیں۔ کیونکہ اس کے بعد لکھنؤ کے جس محلہ اور حصہ سے ہم لوگ گذرتے تھے لوگ دریافت کرتے تھے کہ پھر لیکچر کب ہوگا۔ اور شہر کے بعض روساء سے جو ہمیں ملنے کا موقعہ ملا اور اُن کو تبلیغ کرنیکا اتفاق ہوا تو اُنھوں نے حوصلہ کے ساتھ ان باتوں کو سُنا۔ لکھنؤ کے مدارس کو دیکھ کر اور علماء سے ملکر اور بعض قابل دید مقامات کو دیکھ کر حضرت صاحبزادہ صاحب بنارس تشریف لے گئے اور قاضی سید امیر حسین صاحب اور مولوی سید روشن علی صاحب کے ہمراہ خاکسار ایڈیٹر الحکم کانپور کو چلے گئے ؎

سید رشید رضا سے ملاقات

غالباً ناظرین کو خیال ہوگا کہ ہم سید رشید رضا سے ملے یا نہیں۔ اس کا جواب مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ ہمیں سید رشید رضا سے ملنے کا موقعہ ملا۔ انکو حضرت اقدس کی تمام عربی تصانیف پیش کیگئیں اور بالآخر اسپر اتمام حجت کیا گیا۔ اس کے ملنے میں اس کے ملنے میں بعض مشکلات پیدا ہوئیں۔ لیکن آخر موقعہ مل گیا۔

اس سے کیا گفتگو ہوئی اور علماء لکھنؤ سے ملاقاتوں کے وقت کیا کیا تذکرے ہوئے ان کی تفصیل کا لطف انشاء اللہ سفرنامہ میں آئیگا۔

لکھنؤ میں سلسلہ کا کام

لکھنؤ میں اشاعت سلسلہ کا کیا کام ہوا اس کا مختصر تذکرہ قیام لکھنؤ کے حالات کو ختم کرتا ہے۔ دارالعلوم ندوہ کے ایام قیام میں مختلف لوگوں کو زبانی تبلیغ کے علاوہ استفتا جو تتمہ حقیقۃ الوحی کا ضمیمہ ہے تقسیم کیا گیا۔ اور اکثر لوگوں کے ساتھ سلسلہ کے امتیازی مسائل پر مذاکرہ ہوتے رہے۔ لکھنؤ میں ایک پبلک لیکچر ہوا دو خطبوں میں تقریریں ہوئیں۔ مختلف لوگ مکان پر آکر سوالات کرتے رہے اور ان کا جواب دیا جاتا رہا۔ علماء سے ملنے پر ان کے شکوک سُنے اور ان کا جواب دیا گیا۔ اخبار الحکم کی دو سو کا پیاں ندوہ نمبر اور گذشتہ سال کے یادگاری نمبر کی تقسیم کی گئیں۔ ایک معزز غیر احمدی نے **گریہ** میں تبلیغ کے لئے بُلایا مگر وہ وقت پر نہ پہنچ سکے اس لئے وہاں جانا نہو سکا ؎

لکھنؤ کی احمدی جماعت

لکھنؤ کی احمدی جماعت بہت مختصر ہے۔ مولوی مرزا کبیر الدین احمدؐ صاحب اس کے سکرٹری ہیں۔ اور وہ سلسلہ کی اشاعت کرتے رہتے ہیں۔ وہ تو لکھنؤ کے باشندے ہیں۔ دوسرے احباب باہر سے آئے ہوئے ہیں جلسہ کے بعد کے ایام میں ہم انجمن کے مہمان رہے فرداً فرداً سب کا شکریہ مشکل ہے اس لئے سب کے لئے دُعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے نیک ارادوں میں کامیاب کرے۔

کانپور ۱۴ر اپریل کو ہم کانپور پہنچے۔ اور بابو معراج الدین صاحب انسپکٹر صفائی (جو ہیرامن کے پردہ میں رہتے ہیں) کے مکان پر جا اُترے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اعجازی نشانات میں سے وہ اخوت بھی ہے جو مسلمانوں میں سے گم ہوگئی تھی۔ ایک احمدی جب کسی جگہ جاتا ہے اور وہاں کسی دوسرے احمدی کو پاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ مسافر نہیں بلکہ اپنے گھر میں ہے۔ اسطرح سفر کی کوفت اور وحشت سراسر دور ہو جاتی ہے۔ بابو معراج الدین کے ساتھ ہی ڈاکٹر سید غلام غوث ڈسٹریکٹ انسپکٹر رہتے ہیں اُنھوں نے تین مہینے کی رخصت لی تھی مگر وہ ہمارے انتظار میں ابھی ٹھہرے ہوئے تھے پاس ہی سید حکیم قربان حسین صاحب رہتے تھے گویا ہم احمدی محلہ میں جا ٹھہرے۔ البتہ بابو علی بخش صاحب اور سیر نرکسیفذ فاصلہ پر رہتے تھے مگر وہ بھی ہمارے قیام کانپور کے ایام میں اپنے اوقات ملازمت کے بعد ہمارے پاس رہتے۔ کانپور کی عام حالت وہاں کے مشہور مقامات اور تاریخی واقعات پر بحث کرنیکا یہ موقعہ نہیں کانپور ہمکو ۱۷ اپریل سنہ ۱۹۱۲ء تک صاحبزادہ صاحب کا انتظار کرنا پڑا۔ ۱۷ کو صاحبزادہ صاحب بھی پہنچے اور اسی تاریخ کو ہم نے کام شروع کر دیا۔

ایک الہام

حضرت صاحبزادہ صاحب نے آتے ہی بیان کیا کہ مجھے راستہ میں ایک الہام ہوا ہے

اِنَّكَ تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ

مدرسہ جامع العلوم

کانپور کا مشہور مدرسہ جامع العلوم ہے۔ یہ مدرسہ جامع مسجد میں واقع ہے۔ وہاں ہی طلباء کے رہنے کے لئے حجرے بنائے گئے ہیں جہاں وہ فرش پر سوتے ہیں۔ اس مدرسہ کا انتظام عملی طور پر ہمارے مکرم دوست خانصاحب محمد سعید خانصاحب مالک مطبع **نظامی کانپور** کے سپرد ہے۔ درس نظامی کے سسٹم پر یہاں تعلیم دیجاتی ہے۔ مولوی احمد علی صاحب اول مدرس ہیں۔ کچھ عرصہ گذرتا ہے مدرسہ میں کچھ تنازع بعض انتظامی امور کیوجہ سے ہوگیا۔ اور کچھ طلباء اور

مخدوم مولانا الحکم نے الحکم گذشتہ پرچہ میں دیدیا ہے
مجھے افسوس ہے کہ یہ غلط خیال بعض کے دل میں
ہے
کہ اشاعت اسلام نیومیریکل سٹرینگتھ بڑھانے
کے لئے تھی یا مسلمانوں کو اشاعت اسلام اس لئے
کرنی چاہیئے۔ مجھے اس صاف گوئی کے لئے معاف
رکھا جاوے۔ اشاعت اسلام کے اندر یہ پولیٹیکل مسئلہ
مخفی نہیں ہے اور نہ اہل اسلام نے اس غرض کیلئے
کبھی اشاعت اسلام کے کام کو اختیار کیا۔ اسطرح پر ہم
اشاعت اسلام کے کام کو مشکوک کر دینگے۔ تھوڑی دیر
کیلئے اس سے وہ نوجوان جو پولیٹیکل پلیٹ فارم پر
آنے کو ہی اپنی زندگی کا مقصد اعلیٰ سمجھتے ہیں خوش
ہو جاوینگے مگر اس کے نتائج اسلام اور اہل اسلام کے
حق میں مضر ہیں۔ گو ہم گورنمنٹ کو اپنی اشاعت اسلام
کی تحریک کو خوفناک رنگ میں دکھانا چاہتے ہیں یا
اسکو از کم موقعہ دیتے ہیں کہ وہ مشکوک نگاہوں سے
اسکو دیکھے۔ اشاعت اسلام کی یہ غرض نہ کبھی تھی
اور نہ ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ تعالیٰ نے بھی
اشاعت اسلام کی اس علت کو نفرت کی
نظر سے دیکھا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح نے ایک
خطبہ میں لاہور کے ایک دھریہ کے واقعہ کو بیان کرکے
بتایا کہ اس نے خواہش کی تھی کہ صرف مردم شماری
میں مسلمان لکھوایا جاوے تو پولیٹیکل حقوق ملجاویں
حضرت مسیح موعود نے انکو سخت نفرت کی نظر سے
دیکھا تھا اس لئے اس غلطی کا ارتکاب مسلمانوں
کو نہیں کرنا چاہیئے۔ اسلام اس لئے پھیلایا جاتا ہے کہ
وہ دنیا میں **اکیلا امن اور سلامتی پھیلانیوالا
دین ہے**۔ اسلام اس لئے پھیلایا جاتا ہے
کہ وہ عظیم الشان اخوت اور محبت پیدا کرتا ہے۔
اسلام اس لئے پھیلایا جاتا ہے کہ دنیا کے لئے رحمت
ہے۔ اسلام اس لئے پھیلایا جاتا ہے کہ مسلمانوں
کا مذہبی فرض ہے کہ وہ جس چیز کو اپنے لئے پسند
کریں اپنے بھائیوں کیلئے بھی اسے پسند کریں

اسلام اس لئے پھیلایا جاتا ہے کہ اس کے لانیوالا
کل نوع انسان کیطرف رسول ہوکر آیا ہے۔ غرض اشاعت
اسلام کے سوال کو کسی پولیٹیکل تحریک یا نیومیریکل سٹرینگتھ
سے تعلق نہیں گو یہ امر دیگر ہے کہ جوں جوں اسلام
پھیلیگا اس کے ماننے والوں کی تعداد بڑھیگی۔ لیکن
جوں جوں یہ تعداد بڑھیگی اور سچے مسلمان پیدا ہونگے
جیسا کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا منشاء ہے اسیقدر دنیا
میں ایک امن اور سکون کی لہر چلیگی بعض یورپین مدبروں
نے جو اسکو ایک خطرہ سمجھ رکھا ہے یہ ایک غلط خیال ہے
اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی تو اسپر بھی دل کھول کر
بحث اس سفرنامہ میں کرسکونگا۔

غرض خواجہ صاحب کا لیکچر اور مولوی عبدالحمید صاحب
کے وعظ پر جو نہایت عمدہ قابل عمل تھا اس دن کی
کارروائی ختم ہوئی۔

ندوۃ العلماء کے جلسہ کا آخری دن

ندوہ کے اجلاس کے آخری
دن میں کوئی زیادہ قابل
ذکر بات بجز اس کے
نہیں ہوئی کہ شبلی صاحب
نے حفاظت اسلام کے متعلق ایک تحریک کی۔
تعجب ہے شبلی صاحب نے اس بھرے مجمع میں تو
یہ تحریک کی۔ لیکن جب ہم ان کے مکان پر انسے
ملے اور ان اعتراضات کا جو قرآن کریم پر آریہ یا عیسائی
یا انگریزی خواں مسلمان کرتے ہیں ذکر کیا اور ان کی
تحقیقات معلوم کرنی چاہی تو آپ نے فرمایا اس کا فکر
مت کرو جو مرتد ہوتا ہے **ہونے دو یہ ماؤف
عضو ہیں ان کو کاٹ دو جو شخص
اسلام پر شبہ رکھتا ہے اسکو الگ کردو۔**
یہ دورنگی ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ اس اجلاس
میں طلبائے ندوہ نے تقریریں کیں۔ ایک نوجوان
کو بھاشا میں تقریر کرنے کے لئے کھڑا کیا گیا جسنے
راجہ رامچندر کا قصہ سنانا شروع کیا ایڈیٹر الحکم نے
شبلی صاحب کو توجہ دلائی کہ آپ مہربانی کرکے اس
قصہ کہانی کو چھوڑ کر اسے روح، مادہ کے انادی یا
غیر انادی ہونے پر گفتگو کرنے کی تحریک کریں جب یہ کہا
گیا تو وہ دان صاحب چپکے سے بیٹھ گئے

اشاعت اسلام کے لئے کچھ لڑکے طیار کئے جاتے
ہیں۔ ان کو عربی لباس جلسہ میں پہنایا گیا تھا۔ چھوٹے
چھوٹے لڑکے تھے انھوں نے جو کچھ بیان کیا اچھا
کیا۔ عربی زبان میں تقریر کرنے کے لئے مولوی عبد اللہ
صاحب طالب علم درجہ تکمیل کو کھڑا کیا گیا جسنے اپنی
بساط کے موافق بیان کرنے کی کوشش کی اس کے
علاوہ مرنے والوں کے لئے دعاء خیر اور جلسہ میں خدمت
کرنیوالوں کا شکریہ اور صدر جلسہ کا شکریہ ادا کیا گیا
اس شکریہ میں جو اردو زبان میں **شبلی صاحب** نے
کیا اور اسکو عربی میں سید سلیمان صاحب نے بیان
کیا۔ ایک عجیب بات مجھے معلوم ہوئی اور وہ یہ ہے کہ
سید صاحب نے فرمایا کہ

مصر اسلام کا قبلہ و کعبہ ہے

میں اس جملہ کا مطلب اس وقت تک نہیں سمجھتا۔
رشید رضا نے نہایت درد آمیز لہجہ میں اس شکریہ
کا جواب دیا۔ اور خوب دل کھول کر تقریر کی۔ اور بالآخر
جلسہ ختم ہوا۔ ہم دارالعلوم ندوہ سے اٹھ کر امین آباد
پارک میں آگئے۔

اور ۹ اپریل سے ہم نے مدارس کے دیکھنے کا کام
شروع کیا اور علماء سے ملنے کا وقت نکالا۔

لکھنؤ کے مدارس کا معائنہ

لکھنؤ کے مدارس
کے معائنہ
میں ہم نے دارالعلوم ندوہ اور علماء فرنگی محل کے
مدارس دیکھے اور دارالعلوم کے اساتذہ اور علماء
فرنگی محل سے ملنے کا موقعہ ملا علماء فرنگی محل کا مدرسہ
جو مولوی **عبدالباری** صاحب کے زیر اہتمام
جاری ہے دارالعلوم ندوہ کے مقابلہ میں نہایت
قابل قدر اور وہاں کے عملہ ایثار سادگی اور وسعت
معلومات کے لحاظ سے ندوہ کے مقابلہ میں بڑھے

مدرس وہاں سے چلے گئے۔ اور ایک جدید مدرسہ کھولا گیا۔ اس مدرسہ کے انتظام و طریق تعلیم وغیرہ کے دیکھنے کے بعد کسی دوسرے مدرسہ کے یہاں دیکھنے کی ضرورت بجز مدرسہ الٰہیات کے نہ تھی۔ خانصاحب نے اپنی ذات خاص کی طرف سے [illegible] مدرسہ کی طرف سے

مناظرہ یا مبادلہ خیالات

ایک مختصر سی پارٹی ہم لوگوں کو دی اس موقعہ پر وہاں کے مدرس دوم نے جو بڑے فلسفی سمجھے جاتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق سلسلہ گفتگو شروع کیا اور سوال کیا کہ احادیث میں جو ابن مریم کا ذکر ہے اس سے مرزا صاحب کیونکر مراد ہو سکتے ہیں۔ ان کا نام تو مسیح ابن مریم نہیں۔ اس سوال کا نہایت لطیف جواب جناب حافظ روشن علی صاحب نے دیا۔ مگر بدقسمتی سے ان مدارس میں جو فلسفہ پڑھایا جاتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ طلباء میں ایسی قابلیت پیدا کریں کہ وہ کسی بات کو تسلیم نہ کریں بلکہ ہر امر کے رد کرنے کے دلائل پوچھیں اس لئے ناممکن تھا کہ مولوی صاحب اسکو تسلیم کر لیتے۔ اس سوال و جواب کو اپنے موقعہ پر انشاء اللہ العزیز ہم درج کرینگے۔ جس روز ہم مدرسہ مذکور کے طریق تعلیم کو دیکھنے گئے ہیں اس روز حسن اتفاق سے مولوی احمد علی صاحب کے درس حدیث مشکوٰۃ میں نواس بن سمعان کی مشہور حدیث تھی اس کے متعلق جو موشگافیاں جناب مولانا احمد علی صاحب نے فرمائیں وہ سے باید شنید کی مصداق ہیں۔ اور امید ہے ناظرین انہیں پڑھ کر محظوظ ہونگے۔ اور انھیں معلوم ہوگا کہ علماء کو کیا کیا مشکلات پیش آتی ہیں اور وہ ان سے کیونکر نکلنا چاہتے ہیں۔ بہرحال ہم خانصاحب کے شکرگزار ہیں کہ انھوں نے ہمیں پورے طور پر مدرسہ کے موائنہ در ضروری واقفیت بہم پہنچانے میں کافی مدد دی

مدرسہ الٰہیات

مدرسہ جامع العلوم کے بعد ہم نے مدرسہ الٰہیات کانپور کا دیکھنا ضروری سمجھا۔ کیونکہ یہ مدرسہ ایک قسم کا مشنری مدرسہ ہے۔ جہاں سے مبلغین اسلام پیدا کئے جاتے ہیں۔ یہ مدرسہ کانپور کے تاجران چرم کی عالی ہمتی کا نتیجہ ہے۔ جہاں دوسرے مدارس میں قرآن کریم کی تعلیم کی طرف گویا مطلق توجہ نہیں وہاں الٰہیات کے مدرسہ میں قرآن کریم پر بہت زور دیا جاتا۔ ہرچند طلباء کی تعداد بہت کم ہے مگر یہ کی بات ہے کہ یہاں وہی طالبعلم آتے ہیں یا کم ازکم آسکتے ہیں جن کے دل میں اشاعت اسلام کے لئے جوش اور جذبہ ہوتا ہے۔ اس مدرسہ کے پروفیسر مولانا **آزاد سبحانی** ہیں جو ایک خلیق اور فلاسفر مزاج نوجوان ہیں۔ آجکل سنسکرت پڑھ رہے ہیں۔ چونکہ مدارس کے متعلق تفصیلی رائے ہم نے سفرنامہ میں ظاہر کرنے کا خدا کے فضل سے ارادہ کیا ہے اسلئے یہاں اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ یہ مدرسہ مغتنمات سے ہے۔ اور کانپور کے تاجران چرم مبارکباد کے قابل ہیں معائنہ مدرسہ کے وقت میں جناب سکرٹری صاحب مدرسہ مذکور ہمارے ساتھ رہے۔ جن کی مہربانی کے ہم شکرگذار ہیں۔

کانپور میں صاحبزادہ صاحب کا لیکچر

بنارس سے واپسی پر حضرت صاحبزادہ صاحب کی طبیعت ناساز تھی مگر کانپور کے احباب نے چاہا کہ ایک پبلک تقریر کریں۔ اگر صاحبزادہ صاحب یا ہم لوگ چاہتے تو کانپور میں آپ کے متعدد لیکچر ہو سکتے تھے۔ مگر چونکہ صاحبزادہ صاحب کو چار دن سفر بنارس میں صرف کرنے پڑے اور ان کی طبیعت بھی نصیب اعدا درست نہ تھی اس لئے آپکا منشا کسی پبلک تقریر کا نہ تھا تاہم احباب کے بجد اصرار پر آپ نے منظور کیا کہ وہ

خصوصیات سلسلہ عالیہ احمدیہ

جملہ معترضہ

پر پبلک تقریر کریں۔ اشاعت سلسلہ کے متعلق اس امر کی بہت بڑی ضرورت ہے کہ سلسلہ کے اصولوں کو کھول کھول کر بیان کیا جاوے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ راستہ صاف کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ ہماری پبلک تقریروں میں سلسلہ کا نام تک نہ آوے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور ۴-۵ مئی ۱۹۱۲ء کو یہ سوال پیش کیا گیا تو حضرت صاحب نے اسکو نہ صرف ناپسند کیا بلکہ اسکو ایک قسم کا نفاق بتایا۔ (اے خدا تو ہم سب کو نفاق سے محفوظ رکھ آمین)

حقیقت میں اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ ہم اشاعت سلسلہ میں اگر اپنے عقائد اور اصولوں کو پیش نہ کرینگے تو لوگ اس سے کیونکر واقف ہونگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اس قسم کا ایک واقعہ پیش آچکا ہے جو ہمارے لئے حجت اور خضر راہ ہے۔ لاہور کے اخبار وطن نے ریویو آف ریلیجنز کی اشاعت کے متعلق ایک معاہدہ کرنا چاہا تھا کہ اس میں سلسلہ کا ذکر نہو اس تجویز کو جس حقارت اور نفرت کی نظر سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیکھا تھا وہ ان خطوط اور تحریروں سے عیاں ہے جو ۱۹۰۵ء کے آخر اور ۱۹۰۶ء کے اوائل میں اخبارات اور میگزین میں شائع ہو چکی ہیں خود جناب مولوی محمد علی صاحب نے ایک مبسوط خط ایڈیٹر وطن کے نام لکھا تھا جس میں انھوں نے کھول کر بیان کیا تھا کہ "میں جو کچھ اس رسالہ میں لکھونگا اس میں اپنے عقائد کا پابند رہونگا اور یہ **منافقانہ کارروائی مجھ سے ہرگز نہو سکیگی کہ اپنے عقائد کو چھپاؤں۔**" پھر آگے چل کر لکھا "میں چونکہ علیٰ وجہ البصیرۃ اس عقیدہ پر قائم ہوں اس لئے یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ کہ اسلام کے فضائل اور اس کے خصوصیات کو بیان کرتے وقت میں اس بات کو چھپا لوں اور اس کا ذکر نہ کروں ایسا کرنا میرے نزدیک **وہی نفاق ہے** جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان المنافقین **فی الدرک الاسفل من النار**۔ پھر آخر میں مولوی صاحب نے لکھا "کہ میں تو اس بات سے حیران ہوں کہ ان باتوں کو الگ کر کے جس کا ذکر

دیر کیا گیا ہے۔

کیا اسلام غیر قوموں کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے؟

ایک ہی امتیازی نشان اسلام کا ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کی برکات کا دروازہ ابد تک کھلا ہے ورنہ خالی قصّے کسی مذہب کی سچائی ثابت نہیں کر سکتے۔ اس اصول کو چھوڑ کر نہ توحید ہی ثابت ہوتی ہے نہ رسالت۔ اسلام کی توحید کو پھر کیا فضیلت نہیں۔ یہودی بھی خدا کو وحدہ لا شریک مانتے ہیں اور برہمو وغیرہ بھی۔ رسالت کا ثبوت اس لئے نہیں رہتا کہ رسالت کی غرض تو یہ تھی کہ رسالت کے چراغ سے دوسرے لوگ بھی اپنے چراغوں کو روشن کرینگے مگر وہ نور جو نبی تک پہنچا ہے اس کا کوئی حصہ اس کی امت کو نہیں پہنچتا تو اس کی تعلیم سے کیا فائدہ اور اس کی رسالت کس طرح ثابت ہوگی۔ یہی ایک امتیازی نشان اسلام کا ہے اسکو چھوڑ کر اسلام کو پیش کرنا عبث ہے"

غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ اسوہ ہمارے سامنے ہے اور خود اعلیحضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کبھی پسند نہیں کرتے کہ تبلیغ سلسلہ میں سلسلہ کے مضمون کو پیش نہ کیا جاوے۔ پس اس راہ کو جو ہمارے لئے پہلے کبھی مفید نہیں ہوئی اور نہ وہ مخصوص اور معمول بہ ہے چھوڑنا چاہیئے حضرت صاحبزادہ صاحب نے پسند کیا کہ وہ خصوصیات سلسلہ پر تقریر کریں۔ اس اعلان سے یہ بھی غرض تھی کہ آنیوالے وہی لوگ ہونگے جو ہمارے سلسلہ کے متعلق واقفیت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اور وہ اس مطلب کے لئے طیار ہو کر آئینگے۔ **کہ انھوں نے کیا سننا ہے۔**

حضرت صاحبزادہ صاحب کے منظور فرمانے کے بعد دوسرا سوال **اعلان کا تھا** پبلک جلسوں کے لئے بعض وقت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ غیر احمدیوں کی طرف سے ہوں مگر حضرت صاحبزادہ صاحب صداقت کی پوزیشن کو قائم کرنا چاہتے ہیں اور وہ نہیں پسند کرتے کہ وہ دوسروں میں مدغم اور منضم ہو جاوے پس اس جلسہ کے اعلان کو سید قربان حسین صاحب (جو وہاں کی جماعت کے سیکرٹری قرار پائے ہیں) کی طرف سے دینا تجویز ہوا۔ اور ۱۸ اپریل کو جس کی شام کو لیکچر ہونا تھا ۱۰ بجے کے قریب اعلان ہو سکا وہاں کی جماعت نے نہایت مستعدی سے اس اعلان کو بقدر اپنی ہمت کے شائع کیا۔ اس میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ اگر کسی شخص کو کچھ دریافت کرنا ہو تو وہ ظہر اور عصر کے مابین دریافت کر سکتے ہیں چنانچہ

مختصر مناظرہ

ظہر اور عصر کے درمیان مدرسہ جامع العلوم کے طلباء جمع ہو کر آئے اور حضرت مسیح موعود کے اس نشان پر کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں دفن ہوگا گفتگو کرتے رہے۔ ان لوگوں نے ایک اعلان غلط واقعات کی بنا پر شائع کیا ہے اس کا جواب عنقریب انشاء اللہ دیا جاویگا۔ اور یہ تفصیلی واقعات سفرنامہ میں ہونگے۔

لیکچر گاہ اور لیکچر

لیکچر کے لئے طاق محل کا میدان تجویز کیا گیا تھا جو ہمارے قیامگاہ کے پاس ہی تھا شہر کے کسی معزز اور مقتدر انسان کو پریسیڈنٹ بنانا ہم نے پسند نہیں کیا کیونکہ یہ نہایت نا **مناسب** امر ہے کہ ایک احمدی لیکچرار کے وقت غیر احمدی صدر مجلس ہو۔ صاحبزادہ صاحب کی طبیعت بہت ناساز تھی اور ہم سب اور وہ خود بھی مطمئن نہ تھے کہ تقریر کر سکینگے بعد مغرب لوگوں کا ہجوم ہوا اور کوئی بارہ سو کے قریب شرفاء کا مجمع ہو گیا۔ سب کے بیٹھنے کے لئے فرش ہی تجویز کیا گیا تھا۔ کرسیوں اور بنچوں کا انتظام ہماری طاقت سے باہر تھا اور اس وقت کے تکلفات میں پڑنا ہم نے پسند کیا۔

پہلے مولوی عبدالحی صاحب عرب نے قرآن مجید میں سے سورۃ حدید کی تلاوت کی اور پھر حافظ روشن علی صاحب نے مختصر سی تقریر کی بالآخر حضرت صاحبزادہ صاحب آئے تھے ان کی غرض تو اس وقت اتنی ہی تھی کہ وہ اپنی علالت کا عذر کر دینگے مگر کھڑے ہونے کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید و نصرت کی اور ایک جدید اور اچھوتا طریق دعوت حق کا آپ کے دل میں ڈالا کہ تمام سننے والے مسحور ہو گئے۔ باوجودیکہ ان کے مالوفہ عقائد کی کمزوریاں نہایت جوش کے ساتھ بیان کی گئیں اور ان کی شناعت کو کھول کھول کر بتایا گیا مگر اس وقت ان کی حالت ایسی تھی کہ وہ نہایت توجہ کے ساتھ اسے سن رہے تھے۔ یہ کہنا کہ اس لیکچر کا اثر کیا ہوا؟ میرے قلم کے اظہار سے باہر ہے دیکھنے والے جانتے ہیں دو گھنٹہ تک تقریر ہوئی اور تقریر کے ختم ہونے کے بعد لوگوں کا ایک اژدہام صاحبزادہ صاحب کی طرف محبت کا وہ نثار ہوتے اور ہاتھ چومتے تھے اور متعدد درخواستیں ہو رہی تھیں کہ ابھی اسپر اور بیان کیا جاوے۔ اور کچھ روز قیام ہو مگر صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ اللہ **تعالیٰ نے میرے دل میں یہی ڈالا ہے کہ اب میں یہاں سے روانہ ہو جاؤں۔**

دوسرے روز جبکہ ہم ایک تاجر کتب سے ملنے کو جا رہے تھے تو شہر کے بعض عمائد نے خواہش کی کہ آپ قیام کریں اور لیکچر دیں مگر وقت نہ تھا۔ غرض یہ لیکچر نہایت کامیابی اور خدا کے فضل سے نہایت پاک تاثیروں کے ساتھ ہوا۔ اور اسطرح ہم کانپور میں تبلیغ کرنے کے بعد **شاہجہانپور** کو روانہ ہوئے۔ جہاں کی جماعت نے متعدد خطوط لکھکر درخواست کی تھی کہ خواہ تھوڑی دیر کے لئے ہو۔ حضرت صاحبزادہ صاحب وہاں قیام کریں اس تحریر کے وقت تک جو خطوط کانپور سے آئے ہیں وہ نہایت حوصلہ افزا اور تسلی بخش ہیں اور اللہ کے فضل سے ہم امیدوار ہیں کہ یہ **تبلیغ** اپنا اثر پیدا کریگی وباللہ التوفیق۔

شاہجہانپور ۱۹ اپریل کو شام کے چار بجے کے قریب لکھنؤ سے ہوتے ہوئے پنجاب میل میں شاہجہانپور روانہ ہوکر لکھنؤ سٹیشن پر مرزا کبیر الدین احمد صاحب اور منشی نذیر الدین

صاحب سپلائی ایجنٹ گاڑی کی روانگی تک ہمارے پاس رہے۔ اور ۷ بجے کے قریب ہم لوگ شاہجہانپور پہنچے ریلوے سٹیشن پر کل جماعت موجود تھی جو نہایت محبت اور خلوص سے ملی۔ اور ہم سب کو حافظ مختار احمد صاحب مختار شاہجہانپوری کے مکان پر ٹھہرایا گیا۔ ان کی ہی تحریک پر حافظ روشن علیصاحب نے ایک مختصر سی تقریر اسی وقت قبل نماز عشا فرمائی اور دوسرے روز صبح کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب نے ایک دل کو ہلا دینے والی تقریر فرمائی۔ ۱۰ بجے کے قریب ۲۰ اپریل کو ہم روانہ **رامپور** ہوئے۔

شاہجہانپور ہی میں مولوی سراج الدین صاحب خانپوری جو بریلی میں تجارت چرم کرتے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں آ پہنچے۔ اور نہایت اخلاص اور درد آمیز لہجہ میں اُنھوں نے بعض نعتیں اور حضرت صاحب کی نظم پڑھی۔ وہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی تقریر سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اُنھوں نے

بیس روپے اس تقریر کی اشاعت

کے لئے دینے کا وعدہ کیا اور ۵ مجھے دے بھی دیئے۔ یہ تقریریں فی الحقیقت عجیب و غریب معارف کا مجموعہ ہیں۔ اور اس قابل ہیں کہ کثرت سے ان کو شائع کیا جاوے۔ اللہ تعالیٰ دوسرے احباب کو بھی توفیق دیوے تو اس کار خیر میں شریک ہو جائیں

شاہجہانپور کا ذکر نا مکمل ہوگا اگر میں یہ بیان نہ کروں کہ شاہجہانپور کی جماعت نے اخلاص اور محبت سے ہماری مہمانداری کی اور ہر شخص ان میں سے اپنے صدق و وفا کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ حافظ مختار احمد صاحب کے والد ماجد ایک قابل قدر وجود ہیں جو علوم عربیہ کی پوری تحصیل کئے ہوئے ہیں ان کا حافظہ ایک بے نظیر حافظہ ہے کوئی کتاب ایک مرتبہ پڑھ کر اس کے مضامین کو اور صفحوں کے صفحوں کو یاد رکھتے ہیں عربی زبان میں تحریر کرنے پر قادر ہیں اور اس کے علاوہ آریوں اور دوسرے مذاہب کے اصولوں سے خوب واقف ہیں۔ نہایت سادہ زندگی بسر کرنے اور زہد و ریاضت کا ایک نمونہ ہیں۔ ایسے قابل قدر **وجود** خدا کی ایک نعمت ہوتے ہیں۔ ارادہ کیا ہے کہ ان ہزاروں صفحات میں سے جو اُنھوں نے قلمبند کئے ہیں بعض مستقل مضامین شائع کر سکوں۔ و باللہ التوفیق

رامپور شاہجہانپور سے ہم رامپور پہنچے۔ برادرم **ذوالفقار** سٹیشن پر آ ملے اور دو دن اُنھوں نے نہایت محبت سے مہمان رکھا رامپور کا مدرسہ عالیہ دیکھا۔ جس پر ریاست کا ایکہزار روپیہ سے زائد خرچ ہوتا ہے اور مولوی عبیداللہ صاحب بسمل باوجود علالت ہمارے پاس رہے۔ اور مراد آباد تک چھوڑنے آئے۔ مولوی سید محمد شاہ صاحب محدث سے بعض احادیث کے متعلق مختصر سی گفتگو ہوئی ابو طیب عرب صاحب سے تعلیمی امور میں مشورہ لیا اور وہ سوالات جو علماء سے ہم نے دوسری جگہ پوچھے تھے ان سے پوچھے۔ اُنھوں نے اپنی سمجھ کے موافق جواب دیا۔

امروہہ ۲۲ اپریل کو وہاں سے روانہ ہو کر امروہہ پہنچے۔ سٹیشن پر وہاں کی جماعت موجود تھی حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی کے لئے تو یہ دن عید سے کم نہ تھا۔ **جوش محبت** اور خوشی میں ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اُنھوں نے مہمان نوازی میں کمال کر دیا اس قسم کا اکرام ضیف صفات انبیا میں داخل ہے۔ حضرت فاضل امروہی صاحبزادہ صاحب کے لئے خاص ادب دل میں رکھتے ہیں باوجودیکہ صاحبزادہ صاحب اور ہم سب اس لحاظ سے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخص مخلص احباب میں سے ہیں اور جو قربانی سلسلہ کے لئے اُنھوں نے کی ہے وہ بے نظیر ہے۔ اور جو خدمات اُنھوں نے سلسلہ کی کی ہیں ان کی جزا اللہ تعالیٰ کے سوا ادا نہیں ہو سکتی ان کا جائز احترام کرتے تھے مگر وہ اپنی محبت اور اخلاص میں بہت بڑھے ہوئے تھے اُنھوں نے چند روز قبل رویا میں دیکھا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لباس ابراہیم میں آ پ کے گھر آئے ہیں۔ اس کی تعبیر پر آپ نے صاحبزادہ صاحب کی آمد سے کی۔ اور ابراہیمی شان سے حق مہمانی ادا کیا دوسرے دن آپ کے مکان پر ایک مختصر سا جلسہ ہوا جس میں بعض غیر احمدی بھی شامل تھے۔ صاحبزادہ صاحب نے **ایک تقریر فرمائی**

امروہہ میں آجکل طاعون کی وجہ سے بعض خاص نشانات ظاہر ہو چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ہماری جماعت کو وہاں محفوظ رکھا۔ والحمد للہ غرض جسقدر عرصہ ہم امروہہ میں رہے نہایت ہی محبت و اخلاص کے ساتھ سلسلہ کی تبلیغ کا ذکر رہا۔ آخر مولوی صاحب نے با دیدہ گریاں ہم کو اجازت دی اور ہماری درخواست پر **اپنا پیارا بچہ مدرسہ احمدیہ کیلئے عطا فرمایا**

دہلی ۲۳ اپریل ۱۹۱۲ء کو ہم دہلی پہنچے اور ۲۵ تک دہلی میں رہکر وہاں کے مدرسہ حسین بخش عبدالرب امینیہ اور فتح پوری کو دیکھا۔

دہلی میں حضرت صاحبزادہ صاحب اور حافظ روشن علی صاحب کی طبیعت ناساز رہی۔ ان مدارس میں سب سے ردی حالت مدرسہ حسین بخش کی ہے۔ مدرسین اخلاق سے بے بہرہ محض پائے اور جو کچھ حالت ہے وہ دوسرے موقعہ پر درج ہوگی انشاء اللہ العزیز

دیوبند دہلی سے ۲۵ کو روانہ ہو کر رات کے آٹھ بجے دیوبند پہنچے۔ اور سرائے میں قیام کیا ۲۶ کو جمعہ تھا۔

دیوبند میں جمعیۃ الانصار کے ناظم مولوی عبیداللہ صاحب کے ذریعہ وہاں کے مہتمم صاحب اور دوسرے بزرگوں سے ملنے کا موقعہ ملا اور ان بزرگوں نے مدرسہ عالیہ دیوبند کے معائنہ کا ہمیں موقعہ دیا اور مدرسے کے متعلق تمام ضروری امور سے واقفیت بہم پہنچائی۔ جہاں مدرسہ میں مولوی بشیر احمد صاحب جیسے خوش اخلاق اور وسیع الحوصلہ مدرس ہیں وہاں بعض ایسے بزرگ ہیں جو اپنے جوش تعصب کی وجہ سے ہمارے مخدوم مکرم مولوی سید سرور شاہ

صاحب کو قتل کی دہمکی دینے سے باز نہ رہے۔ بہر حال مدرسہ دیوبند کے ناظمین مدرسہ کی ضرورت زمانہ کے ماتحت اصلاحی نظام پر چلانے کی کوشش کر رہے ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ دیوبند کے مدرسہ میں ایک **اسلامی مدرسہ** کی شان نمودار ہے۔ یہاں کے علماء سے ہمیں تبادلہ خیالات اور استفادہ کا موقعہ نہیں ملا تاہم ناظم صاحب مدرسہ جو مولوی محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ ہیں بہت اخلاق اور مروت سے پیش آئے جو انکو فطرتاً ملا ہے۔ ایسے بزرگوں کی دعائیں مدرسہ کے حق میں **بابرکت** ہوتی ہیں۔ مدرسہ دیوبند کی خصوصیات وغیرہ پر تو سفرنامہ میں ذکر ہوگا یہاں اس امر کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ دیوبند کوشش کر رہا ہے کہ انگریزی خوانوں میں دینیات اور علوم **عربیہ** کا مذاق پیدا کرے۔ دو تین گریجویٹ اور انڈر گریجویٹ تعلیم پا رہے ہیں اور وہ نہایت ذہین و ذکی ہیں۔ مولوی عبید اللہ صاحب ایک خاص دل و دماغ کے بزرگ ہیں جو اسی مدرسہ کے فرزند ہیں مدرسہ کی بہتری کے لئے ایک خاص جوش ہے اور وہ رات دن اس کام میں لگے ہوئے ہیں۔

ایک غلط فہمی

گذشتہ ایام میں دیوبند میں ہندو مسلمانوں میں فساد ہو گیا تھا جس کے متعلق مقدمات کا سلسلہ جاری ہے اور غالباً دیوبند میں **تعزیری** پولیس بٹھائی جانیوالی ہے اس فساد میں دیوبند کے مدرسہ کے طلباء کی شمولیت کا شبہ بھی کیا گیا ہے یہ کوشش برادران وطن کی نہایت نامناسب اور ایک مذہبی درسگاہ پر رکیک حملہ ہے۔ مدرسہ دیوبند اس قسم کی شرارتوں میں حصہ نہیں لے سکتا۔ اور اس کے ناظم جو مدرسہ کی شہرت اور عزت کو قائم رکھنا اپنا فرض سمجھتے ہیں وہ کبھی طلباء کو اس قسم کی شورہ پشتیوں میں حصہ نہیں لینے دیتے۔ یہ صرف اسی مدرسہ کو بدنام کرنے کی کوشش ہے میری سمجھ میں کل مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس غلط فہمی کا شکار ہونے سے مدرسہ کو بچانے کی متفق کوشش کریں۔

دیوبند میں احمدی

ہمیں یہ دیکھ کر بے اختیار اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کو جی چاہا کہ ہر جگہ احمدی سلسلہ نے خدا کے فضل سے اپنی جگہ نکالی ہے۔ دیوبند جو ہمارے مخالفین کا ایک طرح پر مرکز ہے وہاں بھی خدا تعالیٰ نے بعض ایسے قلوب پیدا کر دئے ہیں جو اسی سلسلہ کے عاشق و خادم ہیں۔ ان میں سے میاں فقیر محمد صاحب ایک نہایت مخلص نوجوان ہے۔ بظاہر ایک غریب مگر دل کا دولتمند ہے۔ اس نے سلسلہ عالیہ کو دعاؤں کی قبولیت کے نشان سے شناخت کیا ہے۔

دیوبند سے سہارنپور

دیوبند سے روانہ ہو کر ہم سہارنپور پہنچے اور برادرم عبد العزیز صاحب اہلمد کے مکان پر ٹھہرے۔ اسی روز بعد عصر جامع مسجد کو دیکھا جو ایک شاندار اسلامی عمارت ہے۔ دوسرے روز مدرسہ مظہر العلوم کا معائنہ کیا مدرسہ مظہر العلوم کا ایک شاندار بورڈنگ زیر تعمیر ہے۔ جس میں ۴۸ کمرے زیر تعمیر ہیں جن میں سے ایک خاصہ حصہ تیار ہو چکا ہے۔ مولوی عنایت الٰہی صاحب مہتمم مدرسہ ایک خوش اخلاق بزرگ ہیں جو سارے معائنہ میں ہمارے ساتھ رہے۔ اتفاق سے برادرم حافظ عبد المجید صاحب منصوری سے آئے ہوئے تھے انھوں نے ایک بڑے پیمانہ پر وفد کو ٹی پارٹی دی۔ جس میں مولوی عنایت الٰہی صاحب بھی ہمارے ساتھ شریک ہوئے۔ مدرسہ مظہر العلوم کا کتبخانہ بھی بڑا کتبخانہ ہے جس میں **براہین احمدیہ** اور **الہدیٰ** بھی موجود ہیں کتبخانہ میں مدرسہ کا ایک **عجیب فوٹو** بھی لگا ہوا ہے۔ جو نہایت خوبصورتی سے لیا گیا ہے۔ اس سے علماء سہارنپور کی وسعت خیال کا پتہ ملتا ہے۔

مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہیئے

سہارنپور میں اس کا خصوصیت سے ثبوت ملا کوئی مسجد ایسی ہماری دیکھنے میں نہیں آئی جس کے گرد و پیش بازاری عورتوں کے اڈے نہوں۔ سہارنپور کے مسلمانوں کو اسطرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اور ان بازاری عورتوں کو ان مقامات سے اٹھا دینا چاہیئے۔

واپسی

سہارنپور سے ۲۸ کی شام کو ہر دعا پسنجر میں عازم دارالامان ہوئے اور خدا کے فضل و کرم سے ۲۹ کو اپنے آقا و مخدوم **امام** کے حضور قبل ظہر پہنچ گئے حضرت امام نہایت خوشی اور مسرت سے ملے۔ اور ہر طرح شفقت و محبت کا اظہار فرمایا اور سات کو وفد کی خاص دعوت کی ان **دعاؤں** کا تو نہ شمار اور نہ حساب جو آپ اپنے خادموں کے لئے کیں آپ کی شفقت کا ایک مختصر سا نمونہ اگر میں ظاہر نہ کروں تو یہ مضمون ناقص سا رہ جائیگا۔

اتفاق سے کئی روز تک آپ کے پاس **وفد** کا کوئی خط نہیں پہنچا گو ہم لوگ ہر روز اطلاع دیتے تھے آپ کو اسقدر فکر دامنگیر ہوا کہ آپ نے ایک خاص آدمی (برادرم مکرم چودھری فتح محمد صاحب بی۔ اے) کو دریافت حالات کے لئے روانہ کیا اور اس سے پہلے ایک تار دیا تھا جس کا کوئی جواب نہ ملا (کیونکہ وہ تار ہمیں ملا ہی نہیں) تو فوراً انھیں روانہ کیا گیا اور چودھری صاحب یلغار کرتے ہوئے دہلی جا کر ملے۔ حضرت امام کی اس شفقت اور محبت کو دیکھ کر ہماری جو حالت ہو سکتی ہے اس کے بیان کی قلم میں طاقت نہیں بجز اس کے کہ صدق دل سے

"ایسے محسن کی ترقی عمر و درجات کے لئے دعا کریں"

اللہ تعالیٰ کا شکر کہ اس نے ایسا محسن اور درد دل رکھنے والا امام ہمکو دیا ولللہ الحمد

اسی سلسلہ میں حضرت امیر الضعفاء حضرت میر ناصر نواب صاحب قبلہ نے ایک دعوت دی جزاہ اللہ احسن الجزاء یہ ہمارا مختصر سا سفرنامہ اس کی تفصیلات کے لئے آپ منتظر رہیں اور

سفرنامہ محمود

الحمد للہ والمنۃ جو ولد اسلامی مدارس کے معائنہ کے لئے گیا تھا وہ ۲۹-اپریل ۱۹۱۲ء کو دارالامان پہنچگیا اس سفر سے واپس آکر میری طبیعت اچھی نہیں رہی سفر میں بھی عموماً طبیعت خراب رہی اس وقت تک بھی بعض شکائتیں ہیں تاہم سفرنامہ کا مختصر سا خاکہ اس اخبار میں شائع کر دیا گیا ہے اور تفصیلی حالات انشاء اللہ العزیز سفرنامہ میں لکھونگا جیسا کہ الحکم کی گذشتہ اشاعت میں لکھا گیا تھا کہ کٹائی فصل کی وجہ سے مزدور نہیں ملتے اس وقت تک وہ شکایت کم و بیش باقی ہے۔ کیونکہ جب تک اناج گھروں میں نہ آجاوے۔ مزدوری پیشہ لوگ مصروف رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اخبار میں توقف ہوا کوشش کی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان روکوں کو درمیان سے اٹھا دے جو الحکم کی اشاعت پر بعض اوقات موثر ہوتی ہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی تحریک اعانت پر میں نے سرپرستان الحکم کو ایک سرکلر لیٹر کے ذریعہ توجہ دلائی ہے۔ اور خدا کے فضل سے امید کی جاتی ہے کہ وہ توجہ کرینگے میری غیر حاضری کی وجہ سے جن احباب کے ارشادات کی تعمیل نہوئی ہو یا صحیح طور پر تعمیل نہوئی ہو وہ اس فروگذاشت کے لئے مجھے معذور سمجھیں والسلام

خاکسار یعقوب علی تراب احمدی
ایڈیٹر الحکم

اطلاع

خریداران الحکم اپنی ذمگی بقایا اور سال رواں کی قیمت بھیجکر شکر گذاری کا موقعہ دیں مطبع سے جو وی پی بھیجے جارہے ہیں انھیں وصول کریں اس وقت مطبع میں روپیہ کی سخت ضرورت ہے۔ (خاکسار ایڈیٹر)

سچائی کا جھنڈا

اشتہاروں کی گرم بازاری معمولوں کی تیز طراری مریضوں کی آہ وزاری آجکل وہ سماں دکھا رہی ہے کہ الاماں لیکن ہمارا کام صرف باتوں سے ہی نہیں چلتا بلکہ ہم مفت دوا دیتے ہیں۔ اول آزماؤ۔ پھر منگواؤ۔ بھلا اسمیں بھی دھوکہ ہے قوائے تناسل کے متعلق اندرونی مختلف بیماریوں کی وجہ سے عام طور پر ضعف کی شکایت ہے۔ میں نے اس مرض کے لئے یہ معجون طیار کی ہے جس کے چند روز استعمال سے امراض متعلقہ قوائے تناسل انشاء اللہ فوراً رفع ہوتے ہیں اور ہر قسم کی شکایت کے لئے انشاء اللہ مفید ہے ہمارا کام یہ نہیں کہ لکھ لکھیں کہ جواہرات سے طیار ہوتی ہے۔ اول نمونہ مفت منگائیے پھر اگر شفا ہو طلب فرمائیے۔ قیمت فی بکس عہ

طلا طلسمی ۔ پیرانہ سالی کے اثر اور جوانی کی غلط کاریوں سے یہ امراض لاحق ہوتی ہیں اور بعض اوقات خودکشی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ پہلے اس طلا سے فائدہ اٹھائیں اور معجون طلسمی کھائیں انشاء اللہ ضرور آپکو مفید پائینگے قیمت فی شیشہ عہ

سرمہ سلیمانی آنکھوں کی کل بیماریوں کو دفع کر کے قوت دیتا ہے قیمت فی تولہ عہ

کیا آپ بیمار ہیں

جب کہ آپکی طبیعت درست نہو۔ اس سے کچھ بحث نہیں کہ کونسی آپکو شکایت ہے تو آپ ضرور خود سے یہ سوال کیجئے کہ آیا دن بھر میں ایک دست صاف ہو جاتا ہے۔ اگر یہ بات نہو تو رات کو سوتے وقت ڈوئنس ڈرنیلس (ڈوین کی ہاضمہ کی گولیاں) دو یا تین کھا لیجئے۔ دوسرے روز صبح کو دست صاف ہوگا اور پیشتر کی نسبت آپ کو فوراً زیادہ اچھا معلوم ہوگا قبض کیوجہ سے آنتوں میں فضلے زیادہ دیر تک رہتے ہیں اور ادار مادہ فاسد پیدا کرتے ہیں جو دنیا کے نصف سے زیادہ مرضوں کا باعث ہوتا ہے اس سے بخوبی سمجھا جائیگا کہ کیوں قبض سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ جگر کی شکایت ہیجان صفراوی بخار یا تپ۔ بدہضمی۔ پٹھوں کی جسم کی نقاہت۔ امراض قلب یعنی دل۔ دوار یعنی چکر آنا



دردسر۔ نفخ یعنی کھٹی ڈکاریں آنا۔ مستورات کی بیماریاں اگر بہت عرصہ یہی حالت رہے تو خون کثیف ہو جاتا ہے۔ (ڈوئنس ڈرنیلس) ڈوین کی ہاضمہ کی گولیاں نباتات سے بنائی گئی ہیں اور مذکورۃ الصدر مرضوں کو مٹاتی ہیں۔ کیونکہ وہ فاسد اور زہریلے بخروں کو نکالتی ہیں جگر کو قوت عطا کرتی ہیں قیمت فی شیشی ۱۴ ر ۲۱ ر ۲۱ والی شیشی میں ۱۲۰ گولیاں ہیں جو ۱۴ ر والی شیشی سے چگنی ہیں۔ ۱۲ ر والی شیشی

ڈوین پی او باکس نمبر ۲۰ بمبئی سے طلب کرو

عمدہ یونانی اور ویدک ادویات

ہندوستانی دواخانہ کی کافی شہرت ہو چکی ہے اور اس نے قلیل عرصہ میں معتد بہ اعتبار اور وقار حاصل کر لیا ہے نہ صرف عوام بلکہ خواص یہانتک کہ طبیب بھی اس کارخانہ کی ادویات کو ترجیح دیتے ہیں

اس دواخانہ کی عظیم کامیابی کا راز محض اخلاص اور صداقت ہے۔

جو ادویات اس کارخانہ میں بنتی ہیں وہ ہماری طب کی بہترین ادویات ہیں صدہا سال سے انکی خوبیوں کا سلسلہ جاری ہے آج بھی آزمائش پر اپنا اصلی اثر دکھاتی ہیں۔ کیونکہ

ہندوستانی دواخانہ میں جو ادویات بنائی جاتی ہیں اصلی

معہ پورے اہتمام سے دوا سازی کا اس میں انتظام ہے۔ اصلی اجزا خواہ کتنے ہی قیمتی ہوں یا سستے پورے ڈالے جاتے ہیں قیمت وہی لیجاتی ہے۔ کیونکہ

یہ دواخانہ شخصی اغراض سے علیحدہ ہے اور اسکی آمدنی مدرسہ طبیہ اور شفاخانہ دہلی کو دیجاتی ہے۔

اس کارخانہ میں ہر ایک مرض کی الگ سے ایک اعلیٰ اور مفید دوائیں بنتی ہیں جن کی تعداد ۵۰۰ تک پہنچ گئی ہے

اس دواخانہ کے جناب حاذق الملک حکیم حافظ اجمل خانصاحب رئیس اعظم دہلی سرپرست ہیں

اور آپ مضمون سے اپنے اور اپنے خاندانی بزرگوں کی خاص مجرب دوائیں لوجہ اللہ دی ہیں۔

نوٹ: جن مجربات اور مفید ادویات کے سبب سے اس دواخانہ کو شہرت ہوئی ہے وہ صرف اسی دواخانہ سے مل سکتی ہیں۔ اور کسی جگہ اس دواخانہ کی کوئی شاخ نہیں ہے۔

فہرست ادویات درخواست کرنے پر مفت ملتی ہے

خط کا پتہ بالکل یہی ہونا چاہئے "منیجر ہندوستانی دواخانہ دہلی" تار کا پتہ "ہیڈ لیسنر دہلی"